تذکرۃ المشاہیر

مولانا شبلی نعمانی

# مجددِ اسلام علامہ ابن تیمیہؒ حرانی

اسلام میں سیکڑوں، ہزاروں بلکہ لاکھوں علما، فضلا، مجتہدین، ائمہ فن اور مدبرین ملک گذرے لیکن مجدد یعنی ریفارمر بہت کم پیدا ہوئے۔ ایک حدیث ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد پیدا ہوگا۔ اگر یہ حدیث صحیح مان لی جائے تو آج تک کم از کم ۱۳ر مجدد پیدا ہونے چاہئیں لیکن اس حدیث کے صادق آنے کے لئے جن لوگوں کو مجددین کا لقب دیا گیا، ان میں سے اکثر معمولی درجہ کے لوگ ہیں یہاں تک کہ علامہ سیوطیؒ بھی اس منصب کے امیدوار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے مجدد کے رُتبہ کا اندازہ نہیں کیا۔ مجدد یا ریفامر کے لئے تین شرطیں ضروری ہیں

(۱) مذہب یا علم یا سیاست (پالیٹکس) میں کوئی مفید انقلاب پیدا کردے

(۲) جو خیال اس کے دل میں آیا ہو، کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہادی ہو

(۳) جسمانی مصیبتیں اٹھائی ہوں، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو

یہ شرائط قدماء میں بھی کم پائے جاتے ہیں اور ہمارے زمانہ میں تو ریفامر ہونے کے لئے صرف یورپ کی تقلید کافی ہے۔ تیسری شرط اگر ضروری قرار نہ دی جائے تو امام ابوحنیفہؒ، امام غزالیؒ، امام رازیؒ، شاہ ولی اللہؒ صاحب اس دائرے میں آسکتے ہیں۔ لیکن جو شخص ریفارمر کا اصلی مصداق ہوسکتا ہے وہ علامہ ابن تیمیہؒ ہیں۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ بہت سے اُمور میں امام غزالیؒ وغیرہ کو ابن تیمیہؒ پر ترجیح ہے لیکن وہ امور مجددیت کے دائرے سے باہر ہیں۔ مجددیت کی اصلی خصوصیتیں جس قدر علامہ کی ذات میں پائی جاتی ہیں، اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے...... اس لئے ہم اس عنوان کے ذیل میں علامہ موصورف کے حالات اور ان کی مجددیت کی خصوصیات لکھنا چاہتے ہیں:

## نام ونسب و وِلادت [1]

احمد نام عرف ابن تیمیہ، تقی الدین لقب، سلسلہ نسب یہ ہے: احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن علی بن عبداللہ بن تیمیہ الحرانی۔

دمشق کے علاقہ میں حران ایک مقام کا نام ہے، ان کے آباو اَجداد یہیں کے رہنے والے تھے۔ ان کے دادا محمد بن خضر کی والدہ کا نام تیمیہ تھا جو نہایت قابل تھیں اور وعظ کہا کرتی تھیں۔ علامہ موصوف

انہیں کی طرف منسوب ہو کر ابن تیمیہؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ علامہ کے خاندان میں سات آٹھ پشت سے درس و تدریس کا مشغلہ چلا آتا تھا اور وہ سب لوگ علم و فن میں ممتاز گذرے۔ علامہ کے والد عبدالحلیم بہت بڑے عالم تھے، فن حدیث میں ان کو کمال حاصل تھا۔

علامہ موصوف دوشنبہ کے دن ۱۰؍ربیع الاول ۶۶۱ھ میں بمقام حران پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ تاتاری بغداد کو غارت کر کے شام کی طرف پھیل رہے تھے اور جدھر جاتے تھے، ملک کے ملک برباد کرتے جاتے تھے۔ علامہ کے والد اسی پریشانی میں رات کو چھپ کر تمام خاندان کے ساتھ حران سے نکلے۔ الگ الگ سواری کا بندوبست نہ تھا، اس لئے سب کے سب ایک گاڑی میں بیٹھے۔ کتابیں بھی اسی گاڑی میں رکھ لیں، تاتاری بھی تعاقب میں تھے لیکن خدا نے بچا لیا اور گرتے پڑتے دمشق پہنچ گئے۔ یہ ۶۶۷ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس وقت علامہ کی عمر ۶ برس کی تھی۔ علامہ نے والد کے اشارہ سے دمشق میں علم کی تحصیل شروع کی۔ دس برس عمر نہیں ہونے پائی تھی کہ نحو، صرف، اَدب وغیرہ سے فراغت حاصل کی۔ ۱۷؍برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے فتویٰ دینے کے قابل ہوگئے۔ تصنیف و تالیف بھی اسی عمر میں شروع ہوگئی، ۲۱؍برس کی عمر میں ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ وہ متعدد مدارس میں مدرّس تھے، ان کے بعد ان تمام مدرسوں میں باپ کا عہدہ اِن کو ملا۔

علامہ موصوف نے جن اساتذہ سے علوم کی تحصیل کی، ان کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ان کے اساتذہ میں زینب بھی ہیں جو ایک فاضل خاتون تھیں۔ ۶۸۱ ہجری میں دارالحدیث سکریہ میں جو خاص فن حدیث کی درس گاہ تھی، پہلا درس دیا۔ اس درس میں بڑے بڑے علما اور فضلا، استفادہ کی غرض سے شریک ہوئے۔ چنانچہ قاضی القضاۃ بہاؤ الدین شیخ، تاج الدین فزاری، زین الدین ابن مرجل شیخ زین الدین بن منجا تک شریک تھے۔

علامہ نے صرف بسم اللہ کے متعلق اس قدر نکات اور دقائق بیان کئے کہ لوگ حیرت زدہ رہ گئے۔ تاج الدین فزاری نے یہ تقریر حرف بحرف قلم بند کی۔ اسی زمانہ میں جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد قرآنِ مجید کی تفسیر پر ابتدا سے بہ ترتیب درس دینا شروع کیا۔ یہ درس اس قدر مفصل اور بسیط ہوتا تھا کہ سورۂ نوح کی تفسیر کئی برس میں تمام ہوئی۔

ان کے علم و فضل کا شہرہ اس قدر عام ہوتا جاتا تھا کہ ۶۹۰ ہجری سے پہلے یعنی جب ان کی عمر ۳۰ برس کو نہ پہنچی تھی، قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا لیکن انہوں نے انکار کیا[۲] ۶۹۱ ہجری میں حج کو گئے اور جب واپس آئے تو تمام ملک میں ان کے فضل و کمال کا سکہ جم چکا تھا لیکن اس حسن قبول کے ساتھ مخالفت کا سامان بھی جمع ہوتا جاتا تھا۔

اسلامی فرقوں میں سے اشعری اور حنبلی آپس میں حریفِ مقابل تھے۔ لیکن امام رازیؒ نے اشاعرہ

کے مذہب کو اس قدر مدلل اور روشن کردیا تھا کہ حنبلی مذہب گویا بجھ چلا تھا۔ علامہ ابن تیمیہ حنبلی تھے اور ان کے نزدیک حنبلیوں کی رائے صحیح تھی، اس لئے انہوں نے دلیری سے حنابلہ کے ان خیالات کا اظہار کیا۔ ۶۹۸ ہجری (۳) میں ایک استفتا ان کے پاس اس کے متعلق آیا۔ انہوں نے دو تین گھنٹہ میں اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا جو 'حمویہ' کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں نہایت تفصیل سے اشعریوں کی غلطی ثابت کی۔ یہ پہلا دن تھا کہ ان کی عداوت اور مخالفت کی صدا بلند ہوئی۔ فقہا نے ان سے جاکر بحث کی لیکن قاضی امام الدین قزوینی ان کے طرف دار ہوگئے اور کہا کہ جو شخص علامہ کے مخالف کوئی بات کہے گا میں اس کو سزا دوں گا (۴) شورش یہاں تک بڑھی کہ حنفی قاضی نے منادی کرا دی کہ ابن تیمیہ فتوے نہ دینے پائیں لیکن حکام میں سے ایک صاحبِ اثر نے علامہ کی طرف داری کی اور فتنہ فرو ہوگیا۔ (۵)

۷۰۵ ہجری میں یہ فتنہ پھر بڑے زور شور سے اُٹھا یہاں تک کہ شاہی حکم آیا کہ نائب السلطنت افرم علما وفضلا کے مجمع میں علامہ کا اظہار لیں۔ غرض ۷۰۵ ہجری میں تمام قضاۃ اور علما ایوانِ شاہی میں جمع ہوئے اور علامہ کو بلوا بھیجا۔ وہ اپنی تصنیف عقیدۂ واسطیہ ہاتھ میں لے کر آئے اور اس کو پڑھ کر سنایا، تین جلسوں میں پوری کتاب ختم ہوئی، پھر ۲ر صفر ۷۰۵ ہجری کو مناظرہ کی مجلس منعقد ہوئی اور علامہ صفی الدین ہندی، اَفسر مناظرہ مقرر ہوئے۔ پھر کسی وجہ سے ان کے بجائے کمال زملکائی جو مشہور محدث تھے، اس خدمت پر مامور ہوئے بالآخر سب نے تسلیم کیا کہ علامہ کے عقائد اہل سنت کے عقائد ہیں۔ چندروز کے بعد شاہی فرمان آیا کہ علامہ پر جو الزام لگائے گئے تھے، غلط تھے۔ حافظ ابن حجر نے دُرِرکامنہ میں لکھا ہے کہ علامہ نے اِقرار کیا کہ میرے عقائد امام شافعی کے عقائد ہیں۔

۱۲ر رجب ۷۰۵ ہجری کو علامہ مزی نے بخاری کی کتاب اَفعال العباد کا درس جامع مسجد میں دیا اس پر بعض شافعیوں کو خیال ہوا کہ اس کا روئے سخن ہماری طرف ہے چنانچہ شافعی قاضی سے جاکر شکایت کی، قاضی نے الٹا اسی کو قید کردیا۔ علامہ ابن تیمیہ کو خبر ہوئی تو خود گئے اور بزور اس کو قید خانہ سے چھڑا لائے۔ قاضی صاحب یہ سن کر قلعہ میں گئے کہ نائب السلطنت سے اس کی شکایت کریں، اتفاق سے علامہ بھی وہیں موجود تھے۔ رودَررُو گفتگو ہوئی اور سخت کلامی تک نوبت پہنچی، بالآخر نائب السلطنت نے رفع فساد کے لئے منادی کرادی کہ جو شخص ان عقائد کا اظہار کرے گا، اس کو سزا دی جائے گی۔ (۶)

چندروز کے بعد فتنہ پھر اٹھا۔ امرائے دربار میں سے بیبرس چاشنی گیر حکومت کا دایاں ہاتھ تھا اور وہ شیخ نصر منجمی کا نہایت معتقد تھا۔ شیخ نصر، علامہ ابن تیمیہ اور ان کے عقائد کے سخت مخالف تھے یہاں تک کہ بعض لوگوں کو اس جرم پر قتل کرا چکے تھے۔ انہوں نے بیبرس کو آمادہ کیا کہ علامہ دمشق سے قاہرہ میں طلب کئے جائیں۔ چنانچہ ۲ر رمضان ۷۰۵ ہجری کو علامہ ڈاک (حکومت کی طرف سے سفر کیلئے خصوصی سواری) میں بیٹھ کر دمشق سے قاہرہ آئے اور اس کے دوسرے دن قلعہ میں دربار عام ہوا۔ قاضی بن مخلوق مالکی

حَکَم ہو کر بیٹھے۔ ایک شخص جس کا نام ابن عدلان تھا، اس نے اظہار دیا کہ ابن تیمیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا حرف اور اَلفاظ کے ذریعہ سے بولتا ہے اور اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ کہہ کر[(۷)] اس نے قاضی ابن مخلوق کی طرف دیکھا کہ کیا ایسا شخص قتل کا مستحق نہیں ہے؟ قاضی صاحب نے علامہ کی طرف خطاب کیا۔ علامہ نے خطبہ (لیکچر) کے طور پر جواب دینا چاہا۔ اس لئے پہلے حمد وثنا شروع کی، قاضی نے کہا: جلد جواب دو۔ علامہ بولے کہ کیا حمد وثنا نہ کروں۔ قاضی نے کہا: اچھا وہ بھی ہوچکی، اب تو جواب دو، علامہ چپ ہو رہے۔ جب زیادہ اصرار ہوا تو انہوں نے کہا: حَکَم کون ہے؟ لوگوں نے قاضی صاحب کی طرف اشارہ کیا چونکہ وہ اشعری تھے، علامہ نے کہا: یہ خود مقدمہ میں فریق ہیں حَکَم کیونکر ہوسکتے ہیں۔ اس پر لوگ برہم ہوئے اور علامہ کو مجلس سے اُٹھا دیا، علامہ کے بھائی شیخ شرف الدین بھی اس معرکہ میں موجود تھے، وہ بھی علامہ کے ساتھ اُٹھے اوران کے منہ سے بددعا نکلی۔ علامہ نے روکا اور کہا کہ یوں کہو۔

غرض قاضی مالکی کے حکم سے علامہ قلعہ کے قید خانہ میں بھیجے گئے لیکن جب قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ قید خانہ میں کچھ روک ٹوک نہیں، لوگ علامہ سے بے تکلف ملتے جلتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ ابن تیمیہ کا کفر ثابت ہوچکا ہے، اس لئے فرض تو یہی تھا کہ وہ قتل کردیئے جاتے لیکن کم از کم قید خانہ کی سختی ضرور ہے۔

غرض عید کے دن قلعہ سے منتقل ہوکر جب یوسف میں جو نہایت تنگ وتاریک قید خانہ ہے، قید کئے گئے۔ اسی زمانہ میں ایک فرمان نافذ ہوا کہ جو شخص ابن تیمیہؒ کا ہم خیال ہوگا، قتل کردیا جائے گا۔ یہ فرمان ابن شہاب محمود نے جامع مسجد میں جاکر پڑھا۔ حنبلی فرقہ کے لوگ ہر جگہ سے گرفتار ہوکر آئے اور ان سے یہ اِقرار لیا گیا کہ وہ شافعی العقیدہ[(۸)] ہیں۔ قاہرہ میں حنبلیوں کو طرح طرح کی سزائیں دی گئیں کہ وہ ابن تیمیہ کے عقیدہ سے باز آئیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس عامِ آشوب میں علامہ کی جس نے حمایت کی وہ شمس الدین ابن الحویری تھے جو مذہباً حنفی تھے۔ انہوں نے ایک محضر (درخواست) لکھا جس میں یہ عبارت لکھی کہ تین سو برس سے ابن تیمیہ کا کوئی ہمسر نہیں پیدا ہوا۔ اس جرم کی سزا میں شمس الدین کی معزولی کی کوشش کی گئی، چنانچہ وہ اگلے سال معزول کردیئے گئے۔[(۹)]

اتفاق یہ کہ سالار جو سلطان ناصر کا دست و بازو تھا، علامہ کی حمایت پر آمادہ ہوا، اس نے تینوں مذہب کے فقہا کو جمع کیا اور خواہش کی کہ علامہ قید سے رہا کردیئے جائیں۔ سب نے بالاتفاق فیصلہ کیا کہ اگر وہ چند شرائط قبول کریں اور بعض عقائد سے باز آئیں تو البتہ ان کی رہائی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ ان شرائط کے قبول کرنے کے لئے علامہ طلب کئے گئے لیکن وہ نہ آئے، بار بار ان کو پیغام بھیجا گیا لیکن ان کو فکر کی

آزادی کی قیمت پر اپنا قید ہونا گوارا تھا۔ (۱۰)

اس زمانہ کے واقعات کے متعلق خود علامہ کی ایک تحریر ہماری نظر سے گذری ہے، اس کا نام مناظرۂ مصریہ ہے۔ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ

''۷۰۶ھ میں دو شاہی عہدہ دار میرے پاس آئے کہ چل کر علما کے سامنے اپنے عقائد کا ثبوت بیان کیجئے، میں نے کہا: سال بھر سے تم لوگ میرے خلاف لوگوں کے بیان سنتے رہے اور کبھی مجھ کو جواب کا موقع نہیں دیا، اب ایک دفعہ تنہا میرا بیان بھی سن لو پھر مجمع عام میں گفتگو ہوگی۔ دونوں عہدہ دار واپس گئے اور یہ پیغام لائے کہ آپ کو مجبوراً چلنا ہوگا، میں نے انکار کیا وہ لوگ واپس گئے اور پھر یہ پیغام لائے کہ فلاں فلاں عقیدوں سے باز آؤ، میں نے اس کا جواب میں یہ رسالہ لکھا''

لطیفہ، جن دنوں علامہ قید میں تھے، باہر کے ایک رئیس نے علامہ کی صورت کا ایک آدمی دیکھا متعجب ہو کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ ابن تیمیہ۔ رئیس کو نہایت تعجب ہوا، اس نے ماردین کے رئیس کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ رئیس ماردین نے بادشاہِ مصر کو لکھا، لوگوں کو نہایت حیرت ہوئی۔ علامہ نے اس واقعہ کو ایک ضمنی موقع پر رسالہ 'الفرقان' میں لکھا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ غالباً جن تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ علامہ کی عظمت وشان نے اس رئیس کے دل میں ایک خیالی صورت پیدا کی جو مجسم ہو کر نظر آئی، جن کا خیال علامہ کی وہم پرستی ہے (جن کے وجود سے اِنکار نہیں لیکن جن یوں صورت بدل کر لوگوں کے پاس آیا جایا نہیں کرتے)۔☆

غرض ڈیڑھ برس تک علامہ قید خانہ میں رہے، ان کے بھائی بھی ساتھ تھے، معمول تھا کہ قیدیوں کو کھانا کپڑا حکومت کی طرف سے ملتا تھا لیکن علامہ نے عطیہ سلطانی لینے سے بالکل انکار کیا اور فقر وفاقہ سے بسر کی۔ (۱۲)

ربیع الاول ۷۰۷ ہجری میں مہنا بن عیسیٰ جو عرب کا مشہور رئیس تھا، مصر میں آیا اور قید خانہ میں جا کر علامہ کو چھڑا لایا۔ اس کے بعد متعدد جلسے منعقد کئے اور تمام علما وفضلا کو جمع کیا۔ جس میں علامہ نے متنازع فیہ مسائل پر گفتگو کی۔ صاحب طبقات نے علامہ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ علامہ نے قتل کے ڈر سے بعض مسائل میں اتفاق کیا لیکن صاحبِ وفیات نے جو علامہ کا شاگرد ہے، لکھا ہے کہ علامہ نے حریفوں کو زورِ استدلال سے قائل کرلیا۔ بہرحال علامہ قید خانہ سے نکل کر درس وتدریس میں مشغول ہوئے اور چند روز کے لئے ان کو اطمینان نصیب ہوا۔

سلسلہ سخن کے اِتصال سے ہم بہت دور نکل آئے اور بیچ کے اہم واقعات جن میں علامہ نے ملکی معاملات انجام دیئے، چھوٹ گئے۔ علامہ موصوف علما کی طرح اپنا فرضِ منصبی صرف نماز، روزہ ادا کرنا نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک مہماتِ سیاست میں دخل دینا بھی علماء کے فرائض میں داخل تھا۔

---

☆ علامہ شبلی کا یہ خیال درست نہیں کیونکہ حضرت ابو ہریرہؓ سے جن کا انسانی شکل میں ملاقات کر کے تیسرے روز آیت الکرسی کا تحفہ دینا احادیث میں موجود ہے، اسی طرح ہمارے روزمرہ معمولات میں اس خیال کے برخلاف تجربہ ہوتا رہتا ہے۔ (اداره)

۶۷۸ھ میں جب ان کی عمر ۱۸، ۱۹ برس کی تھی۔ غازان خان بن ہلاکو خان نے شام پر حملہ کیا۔ سلطان ناصر بادشاہِ مصر اس کے مقابلہ کو نکلا لیکن بڑے معرکہ کے بعد شکست کھائی۔ غازان خان نے آگے بڑھ کر حمص پر قبضہ کر لیا۔ اس کی آمد آمد کی خبر سن کر دمشق میں اس قدر ابتری پھیلی کہ عام غارت گری شروع ہوگئی۔ علامہ ابن تیمیہ یہ حالت دیکھ کر خود غازان خان کے پاس گئے اور اس سے امن کا فرمان لے کر آئے۔ عام لوگ تو یہ سن کر مطمئن ہوگئے لیکن فوج نے نہ مانا اور شہر کو لوٹنا شروع کر دیا۔ علامہ ابن تیمیہؒ نے شیخ الشیوخ نظام الدین محمود کو لے کر شہر کا بندوبست اور امن و امان قائم کیا۔ پھر غازان خان سے جا کر ملاقات کی، اس کے بعد تاتاری فوجیں بیت المقدس وغیرہ پر بڑھیں اور ہزاروں آدمی گرفتار کر لئے۔ علامہ غازان کے سردار لشکر کے پاس گئے اور بہت سے قیدیوں کو چھڑا کر لائے۔ (۱۳)

۶۹۹ھ میں غازان خان نے بڑے زور شور سے شام کے حملہ کی تیاری کی۔ قتلو شاہ اور تولائے جو اس کے سپہ سالار تھے، فوجیں لے کر آگے بڑھے۔ یہ خبر سن کر علامہ نے جا کر ان سے گفتگو کی اور ان کو اس ارادے سے روکا، ساتھ ہی جہاد کا سامان کیا اور ہر قسم کی تیاریاں شروع کیں۔ اس وقت تو یہ فتنہ فرو ہوگیا لیکن سال بھر کے بعد تاتاریوں کا سیلاب پھر اُمنڈا اور ہر طرف تاتاری فوجیں پھیل گئیں۔ علامہ ڈاک میں بیٹھ کر مصر پہنچے اور اعیانِ سلطنت سے مل کر ان کو جہاد کی ترغیب دی، تمام شہر ان سے ملنے کے لئے آیا یہاں تک کہ علامہ تقی الدین بن دقیق العید جو امامِ محدثین اور قاضی القضاۃ تھے، وہ بھی تشریف لائے۔ مصر کے لوگوں کو آمادہ کر کے علامہ دمشق کو واپس گئے اور جہاد کی تیاریاں کیں۔ (۱۴)

۷۰۲ ہجری میں تاتاریوں نے پھر نہایت سروسامان سے شام پر چڑھائی کی۔ قتلو شاہ اور چوپان جو سردارانِ فوج تھے، نوے ہزار فوج لے کر بڑھے۔ اس وقت شام سلطان ناصر کے قبضہ میں تھا، اس کو خبر ہوئی تو بہت گھبرایا، ارکانِ دربار نے بھی ہمت ہار دی۔ علامہ یہ حالات سن کر ڈاک میں شام سے مصر پہنچے اور بادشاہ سے مل کر نہایت بے باکی سے اس کو غیرت دلائی اور کہا کہ اگر تم اسلام کی حمایت نہ کرو گے تو خدا کسی اور کو بھیجے گا جو اس فرض کو انجام دے گا اس کے بعد علامہ نے قرآنِ مجید کی یہ آیتیں پڑھیں:

﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ﴾ (سورۂ محمد)

''اگر تم پیٹھ دکھاؤ گے تو خدا تمہارے بدلے اور قوم بھیجے گا اور وہ تمہاری طرح (بزدل) نہ ہونگے''

علامہ نے جس دلیری اور بیباکی سے بادشاہ سے گفتگو کی، تمام لوگوں کو حیرت ہوئی۔ امام تقی الدین بن دقیق العید کو بھی ان کی جرأت اور لطفِ استنباط پر حیرت ہوئی۔ (۱۵)

علامہ کو اس سفارت میں پوری کامیابی حاصل ہوئی۔ سلطان ناصر شام کی طرف بڑھا اور مرج الصفر میں جس کا دوسرا نام تقحب ہے دونوں فوجیں معرکہ آراء ہوئیں۔ بڑے زور کا رَن پڑا، بالآخر تاتاریوں کی تمام فوجیں برباد ہوگئیں۔ ابن تیمیہ اس معرکہ میں علامہ کے بجائے ایک بہادر سپاہی نظر

آتے تھے۔

غازان خان اور امرائے تاتار کی سفارتوں میں علامہ نے جس آزادی اور دلیری سے سفارت کی خدمت انجام دی، اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ ایک دفعہ جب وہ سپہ سالار قتلو خان کے پاس ایک شخص کی دادرسی کے لئے گئے تو قتلو خان نے استہزا کے طور پر کہا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی، آپ نے بلا بھیجا ہوتا میں خود حاضر ہوتا۔ علامہ نے کہا: نہیں حضرت موسیٰ فرعون کے پاس خود جاتے تھے۔ فرعون حضرت موسیٰ کے پاس نہیں آتا تھا۔ (۱۶)

علامہ موصوف نے شیخ محی الدین اکبر وغیرہ کے متعلق متعدد رسالوں میں لکھا تھا کہ وہ وَحدتِ وجود کے قائل ہیں یعنی خدا اور مخلوقات سب ایک ہیں اور یہ مذہبِ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس پر صوفیوں نے شافعی حاکم سے جا کر شکایت کی۔ اس کے فیصلہ کے لئے ایک مجلس منعقد ہوئی۔ علامہ پر جو الزامات لگائے گئے تھے، وہ غلط ثابت ہوئے لیکن علامہ نے یہ تسلیم کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کرنے کو ناجائز سمجھتا ہوں۔ اس پر لوگوں میں اختلافِ رائے پیدا ہوا، بعض کہتے تھے کہ اس میں کیا ہرج ہے لیکن حاکم بن جماعہ نے کہا: یہ خلافِ ادب ہے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ مقدمہ قاضی کے پاس بھیج دیا جائے، وہ اَحکامِ شریعت کے موافق فیصلہ کردیں۔ آخر سلطنت کی طرف سے یہ حکم صادر ہوا کہ علامہ کے سامنے دو باتیں پیش کی جائیں یا تو چند شرائط کے ساتھ چھوڑ دیئے جائیں یا اگر شرائط کے قبول کرنے سے انکار ہو تو قید خانہ گوارا کریں۔ علامہ نے قید خانہ قبول کیا لیکن ان کے اَحباب نے جو دمشق سے ان کے ساتھ آئے تھے، اپنی طرف سے ذمہ داری کی کہ علامہ کو وہ شرطیں منظور ہیں۔ اس بنا پر دمشق جانے کی اجازت ملی اور علامہ ڈاک میں روانہ ہوئے۔ لیکن دوسرے دن پھر واپس آنا پڑا اور اُمرا اور قضاۃ نے پھر ایک اجتماع کیا۔ مختلف لوگ مختلف رائیں دیتے تھے، بعض نے قید کی رائے دی، قاضی مالکی نے کہا: ان پر جرم ثابت نہیں ہے۔ نور الدین زوادی سے لوگوں نے پوچھا تو متحیر تھے کہ کیا جواب دیں۔ علامہ نے دیکھا کہ ان کی وجہ سے لوگوں میں اختلاف آرا ہوتا ہے، بولے کہ میں خود قید خانہ میں جاتا ہوں۔ زوادی نے کہا: اگر قید خانہ میں بھیجے جائیں تو وہاں ان کی شان کے مناسب ان سے برتاؤ کیا جائے، لیکن اوروں نے کہا: یہ نہیں ہوسکتا، سلطنت اس کو منظور نہیں کرسکتی۔ قید خانہ میں عام قیدیوں کی طرح رہنا ہوگا۔ غرض قید خانہ میں بھیجے گئے، لیکن احترام قائم رہا۔ خدام کو ان کے ساتھ رہنے کی اجازت دی گئی۔ ہر شخص ان کے پاس آنے جانے کا مجاز تھا۔ چنانچہ مشکل مشکل فتوے لے کر لوگ آتے تھے اور علامہ ان کے جواب لکھتے تھے۔ اکثر لوگ برکت کی غرض سے ملنے جاتے تھے۔ خاص ان کے یارانِ صحبت کو بھی آزادی حاصل تھی، بے تکلف ان سے مل سکتے تھے۔ (۱۷)

سلطان مظفر کی چند روزہ سلطنت میں قاہرہ سے اسکندریہ بھیج دیئے گئے اور ایک وسیع خوش منظر

برج میں نظر بند کئے گئے لیکن یہاں بھی ہر طرح کی آزادی حاصل تھی، نہانے کے لئے حمام میں جاسکتے تھے۔ جب دوبارہ سلطان ناصر کو غلبہ حاصل ہوا اور سلطان مظفر قتل کردیا گیا تو سلطان نے حکم دیا کہ علامہ نہایت عزت واحترام کے ساتھ قاہرہ میں بلائے جائیں۔ چنانچہ ۷۰۹ ہجری میں نہایت احترام کے ساتھ قاہرہ میں آئے، سلطان نے دربار میں بلایا اور جب وہ آئے تو کھڑے ہوکر تعظیم دی۔

سلطان نے مجمع عام میں علامہ کی نہایت تعریف کی جس سے غرض یہ تھی کہ لوگ ان کی مخالفت سے باز آئیں۔ سلطان نے یہ بھی ارادہ کیا کہ علامہ کے مخالفوں کو سزا دے چنانچہ خود علامہ سے مشورہ کیا لیکن انہوں نے باز رکھا۔ ابن مخلوق جو علامہ کے قتل کے درپے تھے، اس موقع پر موجود تھے،[18] علامہ نے ان سے بھی درگزر کی۔ چنانچہ وہ کہا کرتے تھے کہ میں نے ابن تیمیہؒ جیسا جواں مرد نہیں دیکھا، میں نے ان کے قتل کی کوشش کی لیکن جب اِن کو قابو ملا تو معاف کردیا۔[19]

مہینہ بھر کے بعد سلطان نے پھر علامہ کو طلب کیا اور ان سے ملاقات کی۔ سلطان کے حسن عقیدت کی وجہ سے علامہ کا آستانہ مرجع عالم بن گیا۔ اُمرا، اہل فوج، درباری سب آتے تھے اور نہایت عزت واحترام سے ملتے تھے۔ لیکن بعضوں کو اس قدر عناد تھا کہ اس حالت میں بھی شرارت سے باز نہ آتے تھے۔ ان میں ایک بزرگ فقیہ بکری تھے۔ انہوں نے ایک دن علامہ کو اکیلا پاکر گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ عدالت میں چلو مجھ کو تم پر استغاثہ کرنا ہے۔ زیادہ شوروغل ہوا تو ادھر ادھر سے لوگ جمع ہوگئے۔ فقیہ صاحب بھاگ نکلے، اتفاق یہ کہ ایک مدت کے بعد کسی بات پر سلطان اسی فقیہ صاحب سے ناراض ہوا اور حکم دیا کہ ان کی زبان کٹوادی جائے۔ علامہ کو خبر ہوئی تو سلطان کے پاس جاکر سفارش کی اور اتنی بات پر معاملہ ٹل گیا کہ وہ فتویٰ نہ دینے پائیں۔

۷۱۲ ہجری میں سلطان تاتاریوں کے مقابلہ کے لئے شام کو روانہ ہوا۔ علامہ بھی جہاد کی غرض سے ساتھ ہوئے اور عسقلان تک ساتھ ساتھ آئے، یہاں سے بیت المقدس کی زیارت کے لئے گئے۔ زیارت سے فارغ ہوکر سات برس کے بعد دمشق میں آئے۔ ان کے بھائی اور اکثر شاگرد بھی ساتھ تھے شہر کے لوگوں کو خبر ہوئی تو تمام شہر اُمنڈ آیا۔ بڑی دھوم دھام سے شہر میں داخل ہوئے اور جن مدارس میں درس دیتے تھے، وہاں درس دینا شروع کیا۔

۷۱۸ ہجری[20] میں علامہ نے حلفِ طلاق کے متعلق جمہور فقہا کے مخالف رائے ظاہر کی، اس پر پھر ہنگامہ برپا ہوا یہاں تک کہ لوگوں نے حکام سے شکایت کی اور امن وامان قائم رہنے کی غرض سے شاہی فرمان صادر ہوا کہ وہ فتویٰ نہ دینے پائیں۔ شہر میں اس کی عام منادی کرادی گئی لیکن علامہ نے کہا کہ حق کا چھپانا جائز نہیں چنانچہ عام طور پر فتویٰ دیتے رہے، بالآخر سلطان کے حکم سے قید کئے گئے اور قلعہ میں بھیج دیئے گئے۔ پانچ مہینے کے بعد ۷۲۱ ہجری میں رہائی ملی اور بدستور پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوئے لیکن

جو عام ناراضی پھیل چکی تھی اس کی آگ رہ رہ کر سلگتی اور بھڑکتی تھی۔ بیس برس پہلے علامہ نے ایک فتویٰ لکھا تھا کہ صرف زیارت کے ارادے سے مدینہ منورہ کا سفر کرنا شرعاً ثابت نہیں، یہ فتویٰ ایک فتنۂ خوابیدہ تھا جس کو موقع پا کر لوگوں نے جگایا اور تمام شہر میں آگ سی لگ گئی۔ اٹھارہ بڑے بڑے فقہا نے علامہ کے اوپر کفر کا فتویٰ دیا جن کے سرگروہ قاضی اخنائے مالکی تھے۔ چاروں مذہب یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی فقہا سے فتویٰ لیا گیا، سب نے بالاتفاق علامہ کی قید کا فتویٰ (۲۱) دیا۔

چنانچہ شعبان ۷۲۲ ہجری میں شاہی فرمان کی رو سے دمشق کے قلعہ میں قید کر دیئے گئے۔ ان کے بھائی شرف الدین پر اگرچہ جرم نہ تھا لیکن ان کی غیرت نے گوارا نہ کیا کہ بھائی کو تنہا چھوڑ دیں۔ اپنی خوشی سے قید خانہ میں گئے۔ ۱۴ر جمادی الاولیٰ کو قید خانہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کے جنازہ کی نماز قلعہ سے باہر پڑھی گئی لیکن علامہ کو بھائی کے جنازہ میں شرکت کا موقع نہ دیا گیا، مجبوراً قید ہی کی حالت میں قلعہ کے اندر نماز ادا کی چونکہ تکبیر کی آواز اندر تک آتی تھی، اس لئے نماز کے ارکان میں فرق نہ آیا لیکن بھائی کا بھائی کے جنازہ میں نہ شریک ہو سکنے پر سب کو رِقت ہوئی اور لوگ بہت روئے۔ (۲۲)

قید کی حالت میں بھی علامہ کا پاسِ ادب محفوظ رکھا گیا، ان کے رہنے کو بہت اچھا کمرہ دیا گیا، کمرہ ہی میں پانی کا انتظام بھی تھا۔ خدمت کے لئے ایک وفادار نوکر موجود تھا۔ علامہ نے یہاں نہایت اطمینان سے تصنیف و تالیف شروع کی۔ قرآنِ مجید کے حقائق پر بہت کچھ لکھا، کہا کرتے تھے کہ مجھ کو یہاں جو نکات اور حقائق اللہ نے اِلقا کئے، کبھی نہیں کئے تھے۔ افسوس ہے کہ قرآن کے سوا میں نے اپنی زندگی دوسری تصنیفات میں کیوں صرف کی۔ جس مسئلہ پر علامہ کو سزا ملی تھی اس کے متعلق نہایت مفصل مضامین لکھے، اَحباب اور اہل فتویٰ کو خطوط اور فتوے بھی لکھتے رہتے تھے۔ یہ تحریریں ملک میں پھیلیں تو رفع فساد کے لئے حکم دیا گیا کہ ان کے پاس قلم دوات وغیرہ کوئی چیز نہ رہنے پائے۔ اس کے بعد علامہ نے جو سب سے آخری تحریر لکھی، وہ چند سطریں تھیں جن کا مضمون یہ تھا کہ مجھ کو اگر اصل سزا دی گئی تو صرف یہی ہے، یہ سطریں علامہ نے کوئلے سے لکھی تھیں۔

اب علامہ ہمہ تن ذکر و عبادت، تلاوتِ قرآن، مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے۔ بالآخر بیمار ہوئے اور ۲۰ دن بیمار رہ کر دوشنبہ کی رات دوقعدہ ۷۲۸ ہجری میں وہ آفتابِ علم دنیا کی اُفق سے چھپ گیا اور تمام عالم میں تاریکی چھا گئی

رفتم و از رفتن من عالمے تاریک شد
من مگر شمعم چو رفتم بزم برہم ساختم

علامہ کی زندگی تک تو زمین اور آسمان ان کے دشمن تھے لیکن جب ان کے مرنے کی خبر پھیلی تو تمام ملک پر سناٹا چھا گیا۔ مؤذن نے جامع مسجد کے مینار پر چڑھ کر اعلان دیا، پولیس والوں نے برجوں

سے منادی کی، دفعتہً تمام دکانیں بند ہوگئیں، نائب الحکومت کے پاس جاکر لوگوں نے تعزیت کی، رسم ادا کی۔ ائمہ محدثین امام مزیؒ وغیرہ نے غسل دیا۔ قلعہ میں کثرت کی وجہ سے تل دھرنے کی جگہ نہیں رہی۔ قلعہ سے لے کر جامع مسجد تک آدمیوں کی بھیڑ تھی۔ شہر کا شہر اُمنڈ آیا، جامع مسجد سے قلعہ تک ٹھٹ لگ گئے۔ جنازہ جامع مسجد میں لاکر رکھا گیا۔ ہجوم اور کشمکش سے بچانے کے لئے ہر طرف فوجیں متعین ہوگئیں۔ سب سے پہلے قلعہ میں شیخ محمد باقر کی امامت سے جنازہ کی نماز پڑھی گئی پھر جامع دمشق میں نماز ہوئی، جب جنازہ چلا تو کثرت کا یہ عالم تھا کہ کھوے سے کھوا چھلتا تھا۔ لوگ دور سے رومال، عمامے، چادر پھینکتے تھے کہ جنازہ سے چھو جائے۔

جنازہ سروں پر چلتا تھا اور آگے بڑھ بڑھ کر کشمکش سے پیچھے ہٹ ہٹ جاتا تھا، ہر چند پہلے سے کچھ اطلاع نہ تھی۔ فقہا اور مفتیوں نے شہر کو علامہ کا دشمن بنا دیا تھا تاہم ڈھائی لاکھ آدمی جنازہ کے ساتھ تھے جن میں پندرہ ہزار عورتیں تھیں۔ رستہ میں لوگ زار و زار روتے جاتے تھے (۲۳)۔ پردہ نشیں عورتیں بالا خانوں اور کوٹھوں پر جنازہ کی طرف منہ کر کے نوحہ کرتی تھیں۔ نماز میں صف قائم نہ رہ سکی، صف سے صف اس طرح پیوستہ تھی کہ بیٹھنا تک ناممکن تھا، اسی حالت میں ایک شخص نے پکارا کہ اہل سنت کا جنازہ یوں اٹھتا ہے، اس پر کہرام پڑ گیا اور تمام فضا گونج گئی۔ علامہ کے بھائی زین الدین نے نماز پڑھائی اور مقبرہ صوفیہ میں اپنے بھائی شرف الدین کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (۲۳)

اس وقت ریل اور جہاز نہ تھے لیکن فوراً تمام دنیائے اسلام میں یہ خبر پھیل گئی اور ہر جگہ نمازیں پڑھی گئیں۔ مسافروں نے بیان کیا کہ چین میں ان کے جنازہ کی نماز پڑھی گئی اور منادی یہ پکارتا تھا کہ الصلوٰة علی ترجمان القرآن (مفسر قرآن کی نمازِ جنازہ)

---

۱۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے حالات اگرچہ اکثر کتابوں میں مذکور ہیں لیکن طبقات الحنابلة میں ابن رجب حنبلی نے جو خود علامہ موصوف کے شاگرد ہیں، ان کا حال زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ ذیل ابن خلکان اور طبقات الحفاظ میں بھی مفید حالات ہیں۔ حافظ ابن حجر نے درر کامنہ میں نہایت دلچسپ اور مفید حالات لکھے ہیں لیکن میرے پاس اس کتاب کا نسخہ تھا، اغلاط سے پر تھا، اس لئے اکثر جگہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔

۲۔ طبقات الحنابلہ — ۳۔ فوات الوفیات — ۴۔ درر کامنہ حالات ابن تیمیہ

۵۔ طبقات الحنابلہ ابن رجب — ۶۔ یہ واقعات صرف درر کامنہ میں ہیں — ۷۔ درر کامنہ

۸۔ درر کامنہ — ۹۔ درر کامنہ — ۱۰۔ طبقات و درر کامنہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷

۱۲۔ طبقات الحنابلہ — ۱۳۔ یہ تمام واقعات تاریخ ابن خلدون میں مذکور ہیں جلد ۵ ذکر سلطنتِ اتراکِ مصر

۱۴۔ فوات الوفیات — ۱۵۔ ابن خلدون اور طبقات الحنابلہ ۱۲ — ۱۶۔ فوات الوفیات

۱۷۔ طبقات ابن رجب

۱۸۔ درر کامنہ میں لکھا ہے کہ قاضی زین بن مخلوق نے ان کو نائب السلطنت سے کہہ کر اسکندریہ کے قید خانہ میں بھجوایا تھا کہ کوئی ان سے ملنے نہ پائے لیکن لطف یہ ہے کہ جب قاضی صاحب نے یہ حکم بھجوایا تھا تو مرض الموت میں گرفتار تھے، حسن

خاتمہ بغیر اس کے کیونکر ہوسکتا تھا۔ ۲۰۔ درر کامنہ میں حافظ ابن حجر نے اس کو ۷۱۹ہجری کا واقعہ بتایا ہے۔
۱۹۔ طبقات ۲۱۔ طبقات ۲۲۔ طبقات عبداللہ بن عبدالحلیم شرف الدین
۲۳۔ فوات الوفیات ۲۴۔ یہ تمام واقعات طبقات ابن رجب اور فوات الوفیات سے لئے گئے۔


## جن اور شیاطین کی دنیا

(کتاب وسنت کی روشنی میں)

عالم عرب کے معروف سلفی عالم شیخ عمر سلیمان الاشقر کے قلم سے

ترجمہ: مولانا عبدالسلام سلفی قیمت -/۹۰ روپے رعایتی قیمت -/۶۰ روپے

یہ کتاب فرضی قصے کہانیوں سے پاک، کتاب وسنت کے دلائل سے مزین اور سلف صالحین کے سچے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں پیشہ ور کالے علم والوں کے وار سے بچنے کی تدابیر، شیطان سے مقابلہ کیسے ممکن ہے؟ جنات کی حقیقت و معاملات، شیطانی ہتھکنڈے اور جنات سے بچاؤ کے طریقے مکمل تحقیق کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔

## پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی حفظہ اللہ کی چند ایمان افروز کتب

خود پڑھیں اور دوستوں کو پڑھائیں

### رزق کی کنجیاں

قیمت -/۳۶ روپے

اس کتاب میں ان اسباب کا ذکر کیا گیا ہے کہ جن کے ذریعے رزق میں فراخی اور فراوانی میسر آسکتی ہے۔ استغفار و توبہ، تقویٰ، توکل، صلہ رحمی، انفاق فی سبیل اللہ، کمزوروں پر احسان جیسے عنوانات کی کتاب وسنت کی روشنی میں وضاحت کی گئی ہے۔ افراتفری کے اس دور میں ہر شخص حصول رزق کے لئے سرگرداں و پریشان ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ آپ کے لئے رزق کے نئے دروازے کھول دے گا۔ (ان شاء اللہ)

### نبی کریم سے محبت اور اس کی علامتیں

قیمت -/۴۰ روپے

نبی کریم ﷺ کے ساتھ محبت ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ ہے لیکن اکثر مسلمان نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کے تقاضوں سے غافل ہیں۔ وہ محض زبان سے اقرار کرتے ہیں لیکن ان کا عمل یکسر مختلف ہوتا ہے۔ اس کتاب میں نبی کریم ﷺ سے محبت کے فوائد و ثمرات، حضرات صحابہ کی نبی کریم سے محبت، نبی کریم ﷺ کے ساتھ ساری مخلوق سے زیادہ محبت کی فرضیت کو بیان کیا گیا ہے۔

### لشکر اسامہؓ کی روانگی

-/50 روپے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں سے ایک اہم کارنامہ انتہائی نازک حالات میں لشکر اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما روانگی ہے۔ اس لشکر کی روانگی میں بہت سے دروس، نصیحتیں اور حکمت و عبرت کی باتیں ہیں۔ جن کا تذکرہ کتب حدیث کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

مکتبہ قدوسیہ رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: ۷۳۵۱۱۲۴-۷۲۳۰۵۸۵